بیان القرآن میں شامل نہیں کیا - یہ مطبوعہ [illegible]
ڈین کرسٹل فار کلچرل ریلیشنز نئی دہلی کو 1991 میں دے دیا تھا - محمد اجمل خان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Acc no 829
(110)

مقدمہ

(فاتحہ الکتاب) (۱)

مقدمہ کے پانچویں باب میں قرآن حکیم کے طرز نزول اور ترتیب و انضباط کی بحث تم پڑھ چکے ہو' اور یہ حقیقت تم پر واضح ہو چکی ہے کہ قرآن حکیم کی ایک ترتیب وقتی تھی اور ایک دائمی - وقتی ترتیب وہ تھی جو اسکے جستہ جستہ حسب ضرورت نزول میں ملحوظ رہی' اور دائمی وہ تھی جسکے مطابق وہ بشکل "الکتاب" مرتب و مدون ہوتا رہا - یہی الکتاب ہے جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے ' اور ٹھیک ٹھیک ویسا ہی مرتب و منظم ہے جیسا کہ وحی الہی نے اُسکو مرتب کیا تھا - لیکن ساتھ ہی اسکی ترتیب نزول کی تاریخ بھی ضائع نہیں ہوئی - اسکو بھی ہم معلوم کرسکتے ہیں' اور اسیکی حفاظت کے لیے صحابۂ و تابعین کرام نے اپنی روایات و تعلیم میں "علم تاریخ نزول و شان نزول" کو محفوظ رکھا ہے -

---

(۱) یہانسے لیکر اصل تفسیر سورۂ فاتحہ تک مقدمہ البیان کے بارھویں باب کا ایک حصہ ہے - چونکہ سورۂ فاتحہ کے متعلق ایک اہم بحث تاریخ نزول اور اول نزول و انبعاث وحی کی تھی اور یہ بحث مقدمہ میں بہ تفصیل لکھی جا چکی تھی' اسلیے مناسب معلوم ہوا کہ تفسیر فاتحہ کے ساتھ مقدمہ کا وہ ٹکڑا بھی شائع کردیا جاے - منہ -

U
297.1209
AZA
C-2
L829

یہي سورۃ همیشه کیلیے پہلي بهي قرار پائي که کرۂ ارضي پر نوع انساني جب کبهي جستجوے حقیقت میں بیقرار هوگي تو سب سے پہلے یہي جلوۂ حق اسکے سامنے آئیگا -

صرف ترتیب درس و نزول اور ترتیب کتاب هي پر موقوف نہیں' آگے چلکر تم کو معلوم هوگا که کائنات تعلیم و سعادت انساني میں جو کچھه هے' اسمیں سب سے پہلي حقیقت یہي سورۃ اور اسي سورۃ کي سات آیتیں هیں - اگر وہ ایک سفر هے تو اسکي پہلي منزل یہي هے ' اگر وہ ایک جمال هے تو اسکا پہلا نظارہ یہی هے' اگر وہ ایک نغمۂ حقیقت هے تو اسکا پہلا ترانه اسي سے اُٹھتا هے ' اگر وہ ایک وقت هے تو اسکا پہلا دن اسي سے شروع هوتا هے ' اگر وہ ایک درخت هے تو اسکا اولین تخم اسي میں هے ' اور اگر وہ ایک دائرۂ سعادت هے تو اسکا نقطه اسکے سوا اور کوئي نہیں - غرضکۂ نوع انساني کي سعادت اور کائنات ارضي کي ارشاد و هدایت میں جو کچھه بهي هے ' اسمیں جس طرح اور جس شکل میں دیکھوگے' اسي سورۃ کي نمود هر لحاظ سے پہلي نظر آئیگي-

یہي وجه هے که مومن کي حیات ایماني کا پہلا دن یہي هے - اسکي ساز فطرۃ کا پہلا نغمه اسي کے اندر سے اٹھتا هے ' اسکے دائرۂ علم و عمل کا نقطۂ سعادت اسي کي سات آیتیں هیں ' وہ جب سفر حقیقت شروع کرتا هے تو اسکا پہلا قدم یہي هوتا هے ' وہ چلتا هے تو اُسکو پہلي منزل یہي پیش آتي هے' بولتا هے تو پہلي آواز یہي نکلتي هے ' مانگتا هے تو پہلي طلب اسي میں هوتي هے ' اور عشق حق میں روتا هے تو چشم حقیقت سے پہلا آنسو یہي ٹپکتا هے - یعني اسکي حیاۃ سعادت میں جو کچھه هے' اسمیں پہلي اور اول چیز یہي هے ' اور اِسکے سوا جو کچھه هے ' سب اسکے بعد هے ' اسي سے هے ' اور اسي کیلیے هے !

تم آگے چلکر معلوم کروگے که اسکي اولیت کي محکم و یقیني حقیقت ایک قانون فطري و ناموس الهي هے جو کبهي نہیں ٹوٹ سکتا ' اور فطرۃ

ان دونوں ترتیبوں کے مقصدوں میں اختلاف تھا - پہلي ترتیب اسلیے تھي تاکہ ایک محدود و مخصوص جماعت کو تعلیم دیکر تمام دنیا کي تعلیم و تربیت کیلیے طیار کیا جاے - پس جیسي اُنکي حالت تھي اور جس طرح درجہ بدرجہ انکي استعداد ترقي کرتي جاتي تھي اسی طرح یکے بعد دیگرے انکو سبق بھي دیے جاتے تھے - لیکن دوسري ترتیب کا مقصد کسي محدود جماعت اور مخصوص وقت سے تعلق نہیں رکھتا تھا ' بلکہ وہ ہمیشہ کیلیے تمام نوع انساني کي تعلیم و ہدایت کیلیے ایک کتاب مبین کي شکل اختیار کرنا چاھتي تھي ' اسلیے ضرور تھا کہ پہلي ترتیب سے وہ مختلف ہو' اور طلباء کي ایک خاص جماعت کیلیے درس علوم کي جو ترتیب مدرسہ کے اندر اختیار کي گئي ھے ' وہ ایک مستقل کتاب علوم کي ترتیب علمي میں آکر بالکل بدل جاے -

چنانچہ ہم دیکھتے ھیں کہ قران حکیم کي کتابي ترتیب ' ترتیب درس یعني ترتیب نزول سے بالکل مختلف ھے ' اور اکثر وہ سورتیں پہلے نظر آتي ھیں جو بعد میں نازل ہوئیں - آخري پاروں کي اکثر سورتیں مکي ھیں ' یعني آغاز عہد میں نازل ہوئي ھیں' لیکن اب انہي سورتوں پر کتاب الہي ختم ہوتي ھے - سورۂ بقرہ ھجرۃ کے بعد نازل ہوئي ' لیکن اب سورۂ فاتحہ کے بعد اسي سے الکتاب شروع ہوتي ھے -

لیکن اس اعتبار سے سورۂ فاتحہ ایک عجیب سورۃ ھے جو ہر ترتیب میں پہلي ھے' اور اسکي اولیت ہر جگہ یکساں طور پر ممتاز نظر آتي ھے - وہ پہلا سبق ھے جو درسگاہ الہي میں مومنون الاولون کو دیا گیا ' اور پہلا بیان ھے جو ہمیشہ کیلیے " الکتاب " میں بھي پہلے رکھا گیا - یعني نزول کے اعتبار سے بھي وھي پہلي سورۃ ھے جو نازل ہوئي ' اور ترتیب الکتاب میں بھي وھي پہلي سورۃ ھے جسکو صحیفۂ الہي کا سب سے پہلا صفحہ ملا - وحي الہي کے مستور و محجوب چہرے نے جب سر زمین فاران میں اپنا نقاب اُلٹا ' تو اسکے جمال حقیقت کا اولین نظارہ اسي سورۂ فاتحہ میں تھا - اور پھر

اور کوئي نہیں - جسطرح وہ آغاز ہے' اسي طرح اسي کے اندر اتمام و اکمال بھي ہے - جس طرح وہ ایک بیج ہے جو سب سے پہلے درخت کے سلسلۂ عملیات میں نمودار ہوا' اسي طرح درخت کا سب سے آخري ظہور بھي وہي ہے' کیونکہ درخت نے سب سے پچھلا کام یہي کیا کہ اپني شاخوں میں بیج کا پھل لگایا - پس نوع انساني کي سعادت جس طرح سورہ فاتحہ سے شروع ہوتي ہے' اسي طرح اسي پر ختم بھي ہوجاتي ہے - مومن کي ہدایت کي ابتدا بھي یہي ہے اور کمال بھي یہي ہے - یہ ایک بیج ہے' اور اسلیے درخت کي ابتدا و انتہا جو کچھہ ہے اور اسکے اندر جو کچھہ بھي ہوسکتا ہے' سب کچھہ اسي کے اندر ہے - اسي لیے ایک مسلم زندگي یعني فطرۃ صالحہ کي ایک بے میل و خالص روح سب کچھہ بھول جاتي ہے' مگر سورہ فاتحہ کو نہیں بھول سکتي - اسکي ساز زندگي سے شب و روز یہي نغمۂ حقیقت بلند ہوتا رہتا ہے - جسطرح اسکي صبح کا پہلا نغمہ یہي ہے' اسي طرح اسکي رات کا آخري ترانہ بھي یہي ہے - صبح کے آفتاب کا چہرہ دیکھنا اسپر حرام ہے جب تک وہ سورۂ فاتحہ کے اندر سے اپنے خدا کو نہ پکارلے' اور رات کي راحت اور سکھہ کے بستر پر اسکا جسم چین نہیں پاسکتا جب تک سورۂ فاتحہ کي صداؤں کے ساتھہ اپنے محبوب و معبود حقیقي سے عشق نہ کرلے - سورج نکلتا ہے تو مومن کیلیے سورۂ فاتحہ کا پیام لاتا ہے' ڈوبتا ہے تو اسي کي ولولہ انگیزي ہوتي ہے - چڑیا صبح کے وقت چہچہاتي اور شام کے وقت اپنا بسیرا ڈھونڈھتي ہے اور حقیقت فراموش انسان بھي ایسا ہي کرتا ہے' پر مومن وہ ہے جو صبح کي سفیدي دیکھتے ہے خدا کو پکارتا' اور سورج کو ڈوبتا دیکھتے ہي اسکے عشق کي روح اور نغمۂ فاتحہ کے پاک ترانوں سے معمور ہو جاتا ہے :

یذکرني طلوع الشمس صخراً
و اذکرہ بکل غروب شمسي !

پس اسکا دن شروع ہوتا ہے تو فاتحہ سے' اور ختم بھي ہوتا ہے تو فاتحہ پر!

الاهیه کا کوئي عمل ٹوٹنے کیلیے نہیں ھے - یہ اسلیے پہلي نہیں ھے کہ اسکو پہلي چیز ٹھہرانا چاھیے اور کہنا چاھیے کہ یہ پہلي ھے ' بلکہ اسلیے کہ نوع انساني کي فطرۃ صالحہ کي پہلي آواز یہي ھے ' اور جب کبھي انسان کي فطرۃ ھر طرح کي مصنوعي و خارجي کدورتوں اور آلودگیوں سے پاک ھوکر اپني اصل و حقیقت کي راہ میں نمودار ھوگي ' تو اسکے اندر سے پہلي صدا یہي اُٹھیگي - انسان بالفطرۃ اسکے لیے مجبور ھے کہ حرفوں اور آوازوں کے اندر جب کبھي معاني حقیقت اور تصورات صحیحۂ فطریہ کي ترجماني کرے ' اور لفظوں کے اندر اور صداوں کے ساتھہ جب کبھي اپنے خدا کو پکارے ' تو اُسکي سب سے پہلي اور اصلي آواز وھي ھو جو سورۂ فاتحہ کي سات آیتوں کے اندر سے نکل سکتي ھے - اسکے سوا انسان کي فطرۃ صالحہ اور کچھہ نہیں کہہ سکتي ' اور اگر کہیگي ' تو وہ اسکي سچي اور حقیقي آواز نہ ھوگي ' بلکہ گمراھیوں کي ایک بناوٹ ' آلودگیوں کي ایک ناپا کي ' کدورتوں کي ایک اندھیاري ' اور زنگوں اور غباروں کي ایک صناعي تیرگي ھوگي ' جو فطرۃ صالحہ کي صالح و بے میل صداؤں کي جگہ طرح طرح کي بناوٹي آوازوں کا شور مچائیگي -

اور پھر نوع انساني کي اصلي اور پہلي آواز یہ کیسے نہو جب کہ تم تھوڑي دیر میں معلوم کرلوگے کہ کائنات انساني اور اسکي خلقت و وجود میں سے جو کچھہ ھے ' سب کي فطري اور پہلي آواز یہي ھے :

وان من شي الا یسبح بحمدہ	اور دنیا میں کوئي چیز نہیں جو خدا کی
ولکن لا تفقھون تسبیحھم	حمد نہ کرتي ھو مگر تم انکي حمد و ثنا
(۱۷ : ۳۷)	پر غور نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے !

دائرہ جس نقطہ سے شروع ھوتا ھے ' اُسي پر ختم بھي ھوجاتا ھے - اسکي پہلي اور آخري ' دونوں منزلیں ایک ھي ھیں ' اسلیے آگے چلکر تم یہ بھي پاؤگے کہ جسطرح سورۂ فاتحہ سب سے پہلي حقیقت ھے ' اسي طرح سب سے اخري بھي وھي ھے - جسطرح وہ ابتدا ھے ' اسي طرح اسکے سوا انتہا بھي

فاتحـــة كل شـي مبدوه الذي يفتـح به ما بعـده - (مفردات امام راغب)

هر شے کا فاتحه اسکا مبدء هے یعني جس سے وہ شروع هوتي هے - اور ما بعد اس چیز کا اُس مبدء سے کھلتا هے -

اب غور کرو که اس سورۃ کا نام " فاتحه " یعني " فاتحة الکتـاب " هے - لفظ فتح کے مفهـوم لغوي میں بندش کا دور هونا ' کھلنـا ' اور شروع هونا هے ' اور ان تمام استعمالات لفظ کے اعتبار سے یهي سورۃ " فاتحه " هے - وحي الهي کھلي اور بنـدش دور هوئي تو سـب سے پہلے یهي سورۃ نمودار هوئي اور تمام کلام الله اسکے ما بعد هے - درس گاه وحي الهي نے امۃ مسلمه کے پہلے گروه کو تعلیم کتاب و حکمت دیکر طیار کرنا چاها تو سب سے پہلا سبق اور درس یهي تها جس سے سلسلۂ اسباق شروع هوا - پهر الکتاب کي دائمي ترتیب میں بهي قران حکیم کا مبدء یهي هے ' یعني قران کے کھلتے هي سب سے پہلے اسي کا جمال علم نظر افروز هوتا هے اور سب کچھه اسکے بعد هے - نیز خدا کا جسقدر کلام دنیا میں آیا اور جو کچھه قران حکیم میں هے ' وه سب کا سب سورۂ فاتحه هي سے کھلتا هے اور سب کیلیے یهي سورۃ نقطۂ آغاز و افتتاح هے - (اس آخري وصف فاتحیۃ کي تشریح آگے آئیگي)

اسکے بعد اسکي عملي فاتحیۃ و اولیت کا سلسله شروع هوتا هے - فطرۃ صالحه یعني مسلم و مومن انسان کي زندگي کو هم دیکھتے هیں که اسکے لیے هر طرح کے افتتاحوں اور ابتداوں کا نقطه یهي هے - وه جب کھلتي هے تو اسمیں سب سے پہلے سورۂ فاتحه هي نظر آتا هے ' اور وه جو کچھه کرتا هے اسمیں اولین نمود اسي سورۃ کي حقیقت کي هوتي هے - اگر تم صبر کروگے تو زیاده وضاحت کے ساتھه اس حقیقت کو معلوم کروگے - لیکن سر دست اسقدر سمجھه لینا کافي هے که انسان کي روزانه زندگي کا آغاز صبح سے هوتا اور رات کے پہلے پہر پر ختم هو جاتا هے ' سو مومن کي هر صبح اسي سورۃ سے شروع هوتي اور اسي پر ختم هوتي هے -

چنانچه یہي وجه هے که آنحضرة صلی الله علیه و سلم نے اسکا نام "فاتحة الکتاب" رکھا' اور اسطرح اسکي حقیقت اولیت کو اسکے نام هي سے واضح کردیا :

لا صلاة لمن لم یقرأ فیها بفاتحة الکتاب (بخاري و مسلم عن عباده بن الصامت)

اُس شخص کي نماز هي نه هوئي جس نے نماز میں فاتحة الکتاب یعنے سورۂ فاتحه کو نه پڑھا -

اسي طرح دارقطني اور ترمذي کي حدیث آگے آئیگي جس میں منجمله دیگر اوصاف کے ایک وصف اسکا یه بھي فرمایا که "وہ فاتحة الکتاب هے"- چنانچه اسي لیے یہي وصف اسکا سب سے بڑا اور سب سے پہلا قرار پایا ' اور زیاده تر اسي نام سے آنحضرة صلی الله علیه و سلم اور تمام صحابه کرام نے اسے پکارا-

عربي میں "فتح" کا لغوي اطلاق دراصل مشکلوں' بندشوں' اور رکاوٹوں کے دور هوجانے پر هوتا هے جیسا که امام راغب نے لکھا هے "الفتح - ازالة الاغلاق وا لاشکال" یعنے فتح بندشوں اور مشکلوں کا دور هونا هے - چونکه بندشوں کے دور هونے اور مشکلوں کے چھٹ جانے میں کھل جانے کا مفهوم هے' اسلیے اسکا اطلاق هر اس حالت پر هونے لگا جو کھلنے کے بعد هي نمایاں هوئي اور اسلیے سب سے پہلے نمایاں هوئي - بند دروازه کھل گیا تو یه دروازه کا فتح هونا هے - لڑائي میں کامیابي نمودار هوئي اور رکاوٹیں دور هوگئیں تو یه لڑائي کي فتح هے - غم دور هوگیا اور راحت شروع هوئي تو یه فتح غم و الم هے - غرضکه "فتح" کے معنی میں اصلي حقیقت لغوي تو کھلنے کي هے' لیکن چونکه کھلنے کے بعد ما بعد کي سب سے پہلي نموداري هوتي هے' اسلیے آغاز و ابتداء کا مفهوم بھي اسکا ایک جزء هوگیا هے' اور اسکے تمام استعمالات میں نظر آتا هے -

اسي فتح سے فاتحه هے' یعنی وہ چیز جس سے کوئي شے کھلے اور شروع هو:

بسم الله سورہ فاتحہ ھي کي پہلی آیت ھے - حتی کہ بعض ائمۂ حدیث و فقہ کے نزدیک وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا واجب ھے' اور حضرۃ امام احمد نے مرفوعاً روایت کیا ھے کہ اُس شخص کا وضو ھي نہیں ھوتا جو اللہ کے نام سے وضو شروع نہ کرے - جن ائمہ نے نیت کو شرط وضو قرار دیا ھے' انکي نظر اسي دقیق نکتہ پر گئي ھے -

پھر سورۂ فاتحہ کي افتتاحي خصوصیت کس طرح نمایاں ھو جاتي ھے جب قرآن حکیم سے معلوم ھوتا ھے کہ انبیاء کرام نے بھي اپنے اعمال مہمہ کو ھمیشہ سورۂ فاتحہ ھي کي پہلي آیت سے شروع کیا - حضرۃ نوح علیہ السلام نے کشتي پر قدم رکھا تو فرمایا " بسم اللہ مجراھا و مرساھا " حضرۃ سلیمان نے ملکۂ سبا کو خط لکھا تو اسي سے شروع کیا : بسم اللہ الرحمن الرحیم - اور احادیث کي بکثرت تصریحات سے یہ تو تمہیں معلوم ھي ھے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کاموں کو اسي اولین آیۃ فاتحہ سے شروع کرتے تھے -

پس ان بیانات سے واضح ھوا کہ یہ سورۃ ھر لحاظ سے " فاتح " ھے اور فاتحیۃ اور ابتداء ھر حیثیت سے اسي کیلیے ھے - یہي وجہ ھے کہ اسکا نام " فاتحہ " قرار پایا -

(فاتحۃ الکتاب بہ حیثیت نزول)

البتہ اس تاریخي حقیقت کو کہ جسطرح ترتیب الکتاب میں یہ سورہ پہلي ھے اسي طرح ترتیب درس و نزول میں بھي پہلي ھے' کسي قدر زیادہ وضاحت کے ساتھہ صاف ھو جانا چاھیے -

تم کو معلوم ھوچکا ھے کہ قران حکیم تیئیس سال کے عرصہ میں جستہ جستہ نازل ھوا ھے - تاریخ نزول قرآن میں اس زمانے کو دو حصوں میں منقسم کردیا گیا - پہلا حصہ ابتدائي زمانے کا ھے جو ھجرت پر ختم ھوجاتا ھے' اور " عہد مکي " کہلاتا ھے - دوسرا دور ھجرت مدینہ سے شروع ھوتا ھے اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے تک قائم رھتا ھے - اوسکو

اور یہ جو کچھہ کہا گیا سو محض قیاس و تخمین نہیں ہے ' بلکہ خود احادیث و احکام نبویہ (علي صاحبہا الصلواۃ و السلام) کي تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے ہر کام کا افتتاح سورۂ فاتحہ ہي کي حقیقت سے ہونا چاہیے - چنانچہ اُس مشہور حدیث کو اپنے سامنے لاؤ جسکو اصحاب صحاح و سنن نے بکثرت مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے ' لیکن راوی اول سب کے حضرۃ ابو ہریرہ ہیں :

کل امـــر ذي بال لـــم یبدء فیہ بالحمـد ابتـر- جو کام حمـد الہي سے شروع نہیں کیا گیا تو اسمیں کامیابي نہیں ہے -

یہ ابن ماجہ و ابو داؤد کے الفاظ ہیں ' لیکن ابن الاعرابي اور بغوي وغیرہ کي روایات میں " بالحمد للہ " ہے - یعني ہر کام کو الحمد للہ سے شروع کرنا چاہیے - اور امام نسائي کي روایت میں " کل کلام لا یبدء فیہ بحمد للہ فہو اجذم " ہے - بعض روایتوں میں " اقطع " بھي آیا ہے - نیز بعض روایتوں میں " الحمد " کي جگہ " بسم اللہ الرحمن الرحیـم " ہے - یعنے " بسم اللہ الرحمن الرحیم " سے جو کام شروع نہ کیا جاے وہ ابتر ہے -

سو اب دیکھو کہ اس حدیث سے کس طرح ثابت ہو رہا ہے کہ مومن کے تمام کاموں کو اِسي سـورۃ کي حقیقت سے شـروع ہونا چاہیے - اس سورۃ کي اولین حقیقت " حمد الہي " ہے پس فرمایا کہ ہر کام کا افتتاح " الحمد للہ " سے ہونا چاہیے - اُس کي پہلي آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے پس فرمایا کہ ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کیا جاے - دونوں روایتوں میں افتتاح اعمال حقیقت فاتحـہ ہي سے ہے - اور سچ یہ ہے کہ مومن کے خصائص و امتیازات میں اولین چیز یہي ہے کہ وہ جو کچھہ کرتا ہے ' اللہ کے نام سے کرتا ہے ' اور اُسي سے زندگي کے ہر شعبہ کو شروع کرکے اپنے تئیں صرف اللہ ہي کیلیے مخصوص کردیتا ہے -

اسي طرح اُن تمام احادیث کو اپنے سامنے لاؤ جن میں مختلف اعمال مقدسہ کے متعلق بہ تصریح فرمایا گیا ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرو اور

احادیث صحیحه و آثار صحابه جنکو آگے چلکر تم پڑھوگے ' بتلاتے هیں که اس آیت میں " سات چیزوں" سے مراد سورۂ فاتحه کي سات آیتیں هیں' اور " مثاني " اسي کا وصف هے که وہ هرروز نمازوں میں بار بار دهرائي جاتي هے ' اور مومن کبھي بھي اسکے بار بار دهرانے سے نہیں تھکتا -

اس سے ثابت هوگیا که سورۂ فاتحه قطعاً مکي هے ' کیونکه اگر مکه میں سورۂ حجر سے پہلے نازل نه هوچکي تھي تو خدا تعالی نے اسکا ذکر سورۂ حجر میں کیونکر فرمایا ؟

چنانچه حضرۃ عبد الله ابن عباس ' ابو میسرہ ' حسن ' قتادہ ' اور ابو العالیه وغیرہ کبار صحابه و تابعین رضي الله عنهم کا یہي مذهب هے ' اور حضرۃ علي علیه السلام نے بھي اسي کي تصریح کي هے :

عن علي علیه السلام قال نزلت فاتحة الکتاب بمکه - حضرۃ علي علیه السلام سے منقول هے که سورۂ فاتحه مکه میں اُتري -
(اسباب النزول للواحدي
صفحۂ - ۱۲)

بالعموم تمام علماء و مفسرین محققین کي جماعت اسي طرف گئي هے - حافظ سیوطي نے اتقان میں لکھا هے :

الا کثرون علی انها مکیة بل ورد انها اول ما نزل - (صفحه ۲۴) اکثر اسي پر هیں که یه مکي هے' بلکه یه بھي آیا هے که یہي سب سے پہلے اُتري -

متقدمین و متاخرین میں امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر جیسے ائمۂ تفسیر بالحدیث کا بھي یہي مذهب هے - اور ان دونوں کے بعد کسی اور قال و قیل قیاسي و رائي کے طرف اعتناء کرنے کي ضرورت نہیں -

لیکن بحث کو صاف کردینے کیلیے بہتر هوگا که جن لوگوں کو سورۂ فاتحه کے مدني هونے کا خیال هوا هے ' انکے دلائل پر بھي نظر ڈال لي جاے - ان لوگوں کا استدلال یه هے که بعض صحابۂ و تابعین کے متعلق

"مدني" کہتے ھیں - پس قرآن حکیم کي جو سورتیں پہلے ابتدائي عہد میں نازل ھوئي ھیں، اُنکو "مکي" کے نام سے پکارتے ھیں، اور جو آخري عہد میں نازل ھوئي ھیں، وہ "مدني" ھیں - مکي اور مدني سے مقصود محض ان سورتوں کے نزول کا وطن نہیں ھے بلکہ ھجرت سے پہلے اور بعد کے دو عہدوں میں سے کسي ایک عہد کا ھونا ھے - انبیاء کرام علیہم السلام کے اعمال اجتماعیۃ کا پہلا دور دعوۃ و تبلیغ ھوتا ھے، دوسرا وسطي عہد ھجرۃ، تیسرا فیصلۂ حق و باطل اور ظہور امر الہي - پس چونکہ ھجرۃ نبوي پر پہلا دور ختم ھوتا تھا اور نیا دور شروع ھوتا تھا، اسلیے وحي الہي کي تاریخ کو بھي انہي دو بڑے دوروں میں تقسیم کرکے محفوظ رکھا گیا، اور فی الحقیقت تاریخ نزول کیلیے اس سے بہتر تقسیم عہد نہیں ھو سکتي تھي - یہي وجہ ھے کہ علماء فن نے فیصلہ کردیا ھے کہ مدني سورتوں سے مراد یہ نہیں ھے کہ سر زمین مدینہ ھي میں نازل ھوئي ھوں، بلکہ ھجرت کے بعد جو سورتیں اتریں، وہ سب کي سب مدني ھیں - اگر فتح مکہ کے بعد اثناے قیام مکہ میں بھي کوئي آیت اتري ھے تو وہ بھي اپنے عہد کے لحاظ سے مدني ھي ھے اگرچہ سر زمین مدینہ میں نہیں اُتري -

(سورۂ فاتحہ مکي ھے)

پس سورۂ فاتحہ کے متعلق پہلا سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ یہ مکي ھے یا مدني ؟ یعني پہلے عہد میں نازل ھوئي ھے یا دوسرے عہد میں ؟

اسکا جواب خود قرآن حکیم میں موجود ھے - سورۂ حجر میں جو بالاتفاق مکي ھے، اللہ تعالی نے سورۂ فاتحہ کے متعلق خود فرمادیا ھے کہ وہ نازل ھوچکي ھے :

ولقد اتیناک سبعا من المثاني و القرآن العظیم -	اور بلا شبہ ھم نے تجکو سات چیزیں دیں بار بار دھرائي جانے والي اور قران العظیم .

(۱۵ : ۸۷)

تصریحات موجود هیں - حافظ ابن کثیر اور ابن عطیه نے حضرة ابو هریره کا نام لکھا هے - اول تو تفسیر قرآن کے بارے میں بمقابله حضرة علي اور حضرة ابن عباس کے انکے قول کو زیاده وزني نهیں قرار دیا جاسکتا - ثانیاً یه بهي مشتبه هے که واقعي حضرة ابو هریره کا یه مذهب تها بهي یا نهیں ؟ در اصل یه راے تابعین میں حضرة مجاهد کي هے' اور انهي سے زیاده تر مشهور هوئي هے - وه حضرة ابو هریره سے روایت کرتے هیں جسکو طبراني نے اوسط میں نقل کیا هے که :

عن مجاهد عن ابي هریره ان ابلیس رن حین انزلت فاتحة الکتاب و انزلت بالمدینه (اتقان : ۲۵)	مجاهد نے حضرة ابوهریره سے روایت کي هے که شیطان چیخ اُٹها جب سوره فاتحه نازل هوئي ' اور وه مدینه میں اُتري -

لیکن حافظ سیوطي اتقان میں لکهتے هیں :

و یحتمل ان الجملة الاخیرة مدرجة من قول مجاهد (صفحه ۲۵)	اور اسکا احتمال هے که آخري جمله مجاهد کے قول سے داخل روایت هوگیا هو -

یعني بهت ممکن هے که حضرة ابو هریره کا قول صرف اسي قدر هو که " ان ابلیس رن " اور آخر میں اتنا تکره که " اور وه مدینه میں اُتري " خود مجاهد کي جانب سے هو -

رها یه امر که حضرة مجاهد کا مذهب ایسا کیوں تها ؟ تو جب صحابه کا مذهب همیں معلوم هوگیا هے تو یه امر چندان لائق اعتنا نهیں - معلوم هوتا هے که اس بارے میں انهیں سهو هوگیا یا کسي وجه سے اشتباه میں پڑگئے - واحدي اسباب النزول میں مجاهد کي راے نقل کرکے لکهتے هیں :

قال الحسین بن الفضل لکل عالم هفوة و هذه بادرة	حسین بن الفضل نے کها که هر عالم کے اقوال میں ایک نه ایک بات لغو هوتي هے '

مفسرین نے تصریح کردي ھے کہ سورۂ فاتحہ کو مدني قرار دیتے تھے - چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ھیں :

وقیل مدنیۃ قالہ ابوھریرہ و مجاھد و عطاء بن یسار و الزھری - اور کہا گیا ھے کہ مدني ھے - یہ قول ابوھریرہ، مجاھد، عطاء، اور زھری کا ھے-

ھمارے مفسرین متاخرین اس اختلاف سے اسقدر متاثر ھوے کہ انھوں نے دونوں قولوں کو جمع کرنے کي کوشش کي، اور یہ قیاس کرلیا کہ سورۂ فاتحہ دو مرتبہ نازل ھوئي ھوگي - ایک بار مکہ میں جبکہ نماز فرض ھوئي اور ایک بار مدینہ میں جبکہ قبلہ بیت المقدس کي جگہ خانۂ کعبہ قرار پایا - بلا شبہ یہ تطبیق کي عمدہ صورت تھي اور یہ بات بھي کچھہ عجیب نہیں ھے کہ سورۂ فاتحہ دو مرتبہ نازل ھوئي ھو کیونکہ سعادت انساني کا پہلا سبق بھي وھي ھے اور آخري بھي وھي، لیکن افسوس ھے کہ اسکا کوئي ثبوت ھمارے سامنے نہیں ھے - کسي صحابي اور تابعي نے اسکي تصریح نہیں کي، اور محض قیاسات کي بنا پر ھم نزول قرآن کي تاریخ قرار نہیں دیسکتے -

بعضوں نے کہا کہ سورۂ فاتحہ مکي بھي ھے اور مدني بھي ھے - نصف مکہ میں اُتري اور نصف مدینہ میں - مگر وہ یہ بھول گئے کہ سورۂ حجر مکہ میں اُتري ھے اور اسمیں سورۂ فاتحہ کي ساڑھے تین آیتوں کي جگہ سات آیتوں کا ذکر ھے !

حقیقت یہ ھے کہ تطبیق اختلاف کیلیے ان تکلفات کي ضرورت ھي نہیں - تھوڑے سے غور کے بعد بالکل واضح ھو جاتا ھے کہ مدني ھونے کي روایات میں کوئي قوت ایسي نہیں ھے کہ انکو ایک مستقل مذھب قرار دیکر بحث کیجاے -

سب سے پہلي چیز یہ ھے کہ صحابۂ کرام میں سے بھي، کسي نے اسکو مدني قرار دیا ھے یا نہیں، کیونکہ اسکے مکي ھونے کے متعلق حضرۃ علي اور حضرۃ ابن عباس رضي اللہ عنھما جیسے اجلۂ صحابۂ و مفسرین کي

وجاء الملك فيه فقال " اقرأ " قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما انا بقاري- ..... فقـــال " اقرأ باسـم ربك الذي خلق" الخ

اور الله کے فرشته نے ظاهر هو کر کها " اقرأ " یعنـي " پڑهه " اپنے فرمایا که میں پڑها هوا نهیـں هوں - کیونکر پڑهوں ؟ آپ فرماتے هیں که اسي طرح اس نے تین بار کـــها - اخري بار کها " اقرأ باسـم ربك الذي خلق" اپنے پروردگار کے نام سے پڑهه جس نے پیدا کیا -

اسي حدیث کو امام مسلم نے بهي لیا هے اور نیز باختلاف جزئیات الفاظ حاکم ' طبراني ' اور بیهقي وغیرہ سے بهي مروي هے - اس حدیث سے استدلال کیا گیا هے که سب سے پهلي سورۃ جو نازل هوئي هے وہ سورۂ " اقرأ " هے' اور چونکه امام بخاري نے " کیف کان بدء الوحي" (وحي کیونکر شروع هوئي) کا باب اسي حدیث کي بنا پر قائم کیا هے' اسلیے ثابت هوتا هے که امام صاحب کا مذهب بهي یهي تها - اکثر محدثین اور علماء کا یهي مذهب هے' اور بکثرت تابعین و ائمه سے منقول هے - مجاهد اور زهري کے اقوال حافظ سیوطي نے نقل کیے هیں (اتقان : ۵۳)

(۲) دوسرا قول یه هے که سب سے پهلے سورۂ " مدثر " نازل هوئي - امام بخاري و مسلم نے ابـو سلمه بن عبد الـرحمن سے روایت کـیا هے که انهوں نے کها :

سالت جابـر بن عبد اللـه : ای القران انـزل قبل ؟ قال " یا ایهـا المـدثـر" قلت او " اقـرأ باسم ربـك " ؟ قال احدثـکم ما حدثنـا بـه رسول الله قال صلی الله علیه وسلم : اني جاورت بحـــراء فـلمـا قضیت جواري نزلت فاستبطنت

میں نے جابر بن عبد الله سے پوچها که قران میں سے کونسي چیز پهلے اوتري ؟ کها " یا ایها المدثـر " میں نے کها - یا ایها المدثر یا اقرا باسم ربك ؟ جابر نے کها میں تم سے وهي کهتا هوں جو هم سے رسول الله نے بیان کیا هے - آپنے فرمایا که میں نے غار حراء میں قیام کیا - جب میرا زمانۂ قیام ختم هوا تو وهاں سے

من مجاهد لا نه تفرد بهـذا القول و العلماء علي خلافـه و مما يقطع به علي انها مكية قولـه تعالى : و لقد اتيناک سبـعـاً الخ (صفحه ۱۲)

مجاهد کا یه قول بهي ایسا هی هے اور انکي ذات سے ایسي غلطي کا هونا تعجب انگیز هے - تمام علماء اسکے خلاف کہتے هیں - تنها انهي کي یه راے هے - سورہ حجر میں موجود هے که " و لقد اتیناک سبعاً من المثاني " اور اس سے مراد فاتحه هے - پس قطعي طور پر اسکا مکي هونا ثابت هوگیا -

امام واحدي کے اس بیان سے یه بهي معلوم هوگیا که سورۂ فاتحه کے مدني هونے کي نسبت صرف مجاهد هي کا یه مذهب هے کیونکـه حسین بن الفضل نے " تفرد به " کا لفـظ کہا هے - پس یه کہنا که اس بارے میں دو مذهب هیں، کسي طرح صحیح نہیں - تمام صحابـه و علماء کا مذهب ایک هي هے - اور وہ یهي هے که سورۂ فاتحه مکي هے - صرف ایک شخص یعني حضـرۃ مجاهد کا قول خـلاف هے - بعض اور نام بهي اگر همارے سامنے آجاتے هیں تو وہ غالباً انهي کے قول سے متاثر هوے هیں -

(مکي عهد کي پہلي سورۃ)

اب اسکے بعد دوسرا سوال یه سامنے آتا هے که مکي سورتوں میں بهي سب سے پہلي سورۃ کونسي هے ؟ سورہ فاتحه جسکو پہلا هونا چاهیے یا کوئي اور سورۃ ؟

اسکے متعلق علماء فن کے حسب ذیل اقوال هیں :

(۱) امام بخاري نے اول بدء الوحي میں حضرۃ عائشه رضي الله عنها سے ایک مفصل روایت نقل کي هے که آنحضرۃ صلی الله علیه و سلم پر پہلے پہل کیونکر وحي نازل هـوئي ؟ حضـرۃ عائشـه فـرماتي هیں که سب سے پہلے رؤیاء صادقه شروع هوے - پھر آپنے خلوت و گوشه نشیني اختیار کي - غار حراء میں آپ اکثر جاتے اور رات بهي وهیں بسر کرتے - یہاں تک که نور حق ظاهر هوا :

امام بیہقي نے بھي دلائل میں اس روایت کو نقل کیا ھے مگر لکھا ھے کہ حدیث مرسل ھے البتہ راوي تمام ثقہ ھیں - صاحب کشاف نے اس قول کو اکثر مفسرین کا مذھب لکھا ھے :

واکثر المفسرون الی ان اول سورۃ نزلت فاتحہ الکتاب -	اور اکثر مفسر اس طرف گئے ھیں کہ سب سے پہلي سورۃ فاتحۃ اتري ھے -

مگر حافظ ابن حجر عسقلاني نے کشاف کے بیان سے انکار کیا ھے کیونکہ حضرۃ عائشہ کي روایت اغاز وحي کے خلاف ھے اور لکھا ھے کہ اکثر کا یہي مذھب ھے کہ سب سے پہلے " اقرا " نازل ھوئي -

اس آخري قول کي نسبت ایک روایت اور میري نظر سے گذري ھے جو صاحب تفسیر نیشاپوري نے سورۂ فاتحہ کي تفسیر میں لکھي ھے :

قد صح عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث ابي ابن کعب انہا من اول ما نزل من القران وانہا السبع المثاني - (بر حاشیہ طبري ۱ : ۷۲)	بلاشبہ ابي ابن کعب کي حدیث میں آنحضرت سے یہ قول ثابت ھوچکا ھے کہ سورۂ فاتحہ ھی قران میں سے پہلي چیز ھے جو نازل ھوئي اور وھي سبع المثاني ھے -

لیکن مفسر موصوف کا یہ قول انکي ناواقفیت فن حدیث و تساھل نقل و روایت پر شاھد ھے ' اور اس امر کا ایک بین ثبوت ھے کہ مفسرین متاخرین کا یہ طبقہ فن حدیث سے کسقدر نا آشنا ھے ' اور اگر ایک شخص ان لوگوں پر اعتماد کرلے تو وہ کیسی سخت غلطیوں میں اپنے آپکو غرق پائیگا؟

اس عبارت کو پڑھکر ھر شخص یہي سمجھے گا کہ حضرت ابی ابن کعب نے کوئي روایت نقل کي ھے ' اور اسمیں صاف صاف موجود ھے کہ قران میں سے پہلي چیز جو اتري وہ سورۂ فاتحہ ھے - حالانکہ اصلیت اسکے بالکل خلاف ھے - تمام کتب صحاح میں حضرۃ ابن کعب کي کوئي روایت ایسي نہیں جس میں یہ موجود ھو کہ " انہا اول ما نزل من القران " اور نہ عام مجامع و اسفار حدیث میں کوئي روایت اس مضمون کي ملسکتي ھے -

بلاشبہ ابي ابن کعب کی ایک مفصل روایت فضیلت فاتحہ کے متعلق موجود ھے جسکو اصحاب صحاح و مسانید نے بالاتفاق روایت کیا ھے ' اور جسمیں آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھے کہ سورۂ فاتحہ سبع المثاني ھے - لیکن اس روایت میں یہ کہیں بھي نہیں ھے کہ سورۂ فاتحہ سب سے پہلے اُتري -

بطن الوادي فنوديت فنظرت امامي وخلفي وعن يميني وعن شمالي فلم ارا حد ..... ثم نوديت فرفعت راسي فاذا هو على العرش فى الهوى يعني جبريل فاخذتني رجفة فاتيت خديجه فامرتهم فدثروني فانزل الله " يا ايها المدثر قم فانذر " (مسلم)

نکلا اور وادي میں سے گذرنے لگا - میں نے سنا که مجھے کوئي پکار رها هے - میں نے اپنے سامنے ' پیچھے ' دهنے ' بائیں نظر ڈالي لیکن کوئي نظر نہیں آیا - اسي طرح تین بار آواز سني - پھر میں نے اوپر سر اٹھایا تو کیا دیکھتا هوں که وہ هوا میں ایک کرسي پر بیٹھا هے - یعنی جبریل - یه دیکھکر مجھپر سخت اضطراب طاري هوا - میں خدیجه کے پاس آیا اور کہا که مجھے کپڑا اوڑھادو چنانچه انھوں نے ایسا هی کیا اسپر الله نے اتارا " یا ایها المدثر "

(٣) تیسرا قول یه هے که سب سے پہلے " بسم الله الرحمن الرحیم " نازل هوئي - امام واحدي نے عکرمه اور حسن کا قول نقل کیا هے که :

اول ما نزل من القران " بسم الله الرحمن الرحیم " (اسباب النزول : ٦)

سب سے پہلي چیز جو قران سے اتري وہ " بسم الله الرحمن الرحیم " هے -

(٤) چوتھا قول یه هے که سب سے پہلے سورۂ فاتحه نازل هوئي - امام واحدي نے ابو میسرہ سے روایت کي هے که ابتدا میں انحضرۃ ایک اواز کو سنتے جو انکا نام لیکر پکارا کرتي تھي - جب آپنے اس صدا کے جواب میں لبیك کہا تو اس نے کہا :

قل " الحمد لله رب العالمین " حتی فرغ من فاتحة الکتاب (اسباب النزول : ١٢)

کہه " الحمد لله رب العالمین " چنانچه اخر تک سورۂ فاتحه اس نے پڑھا دي -

اسکے بعد امام واحدي لکھتے هیں : " و هذا قول علي بن ابیطالب " اور یه قول حضرۃ علي علیه السلام کا هے -

(مراتب اربعۂ ظہور)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کي حیاۃ مقدسۂ نبوت کے مختلف مراحل و مراتب ھیں' اور ایک مرتب و منظم سلسلۂ عروج کے ساتھہ وہ یکے بعد دیگرے ھر منزل سے گذرتے ھوے آخري منزل تک پہنچتے ھیں - ان میں سے ھرمقام اور ھر منزل کے لیے خاص خاص حالات و وارادت ھیں' اور قرآن حکیم نے ان سب کي تشریح کي ھے -

نبوت ایک بیج ھے جو انبیاء کي سرزمین قلب میں ودیعت کیا جاتا ھے اور وہ اندر ھي اندر نشو و نما پاتا اور مختلف ابتدائي مراتب نشو و انبساط سے گذرتا جاتا ھے - یہاں تک کہ وہ وقت آتا ھے جب اسکي قوت نشؤ و بسط حد کمال تک پہنچ جاتي ھے اور اسکي شاخیں اُبھرنے اور پھیلنے کیلیے ایک فضاء وسیع کو ڈھونڈھتي ھیں - اسوقت اسکي قوۃ نشو کا ابھار بیقرار ھو ھوکر زور مارتا اور ابھرنے کیلیے جوش کھاتا ھے - پس زمین شق ھوتي ھے اور مخفي قوۃ نشو اپنے اُبھرے کي راہ نکال لیتي ھے - اسکے بعد انشعاب و ظہور کا دور آتا ھے اور اسکي پھیلي ھوئي شاخوں سے زمین کي بالائي سطح گھر جاتي ھے -

یا مرتبہ نبوت کے ظہور کیلیے پہلے انتظار و بلوغ کي ایک رات ھوتي ھے جسکے گھنٹے یکے بعد دیگر گذرتے جاتے ھیں' اور رات تیزي کے ساتھہ بڑھتي ھے تاکہ جلد ختم ھو اور صبح کي نمود شروع ھو جاے - پس ایسا ھوتا ھے کہ سب سے پہلے آفتاب نہیں آتا بلکہ افتاب کے طلوع ھونے کے آثار آتے ھیں اور تم دیکھتے ھو کہ افق پر آھستہ آھستہ سفیدي پھیلنے لگي ھے - یہ سفیدي بڑھنے لگتي ھے اور اسکے بڑھنے کے ساتھہ ھي تاریکي کا پردہ بھي جلد جلد چاک ھونے لگتا ھے - حتی کہ ظہور اجلال آفتاب کا وقت موعود آجاتا ھے اور مشرق کي جانب سے روشنیوں اور نورانیتوں کا تخت درخشاں یکایک طلوع ھوجاتا ھے - پھر اس طلوع کے بھي مختلف مدارج ھیں اور روشني متعدد تدریجي منزلوں سے گذر کر آخري مرتبۂ ظہور تک پہنچتي ھے - سب سے پہلے صرف ایک روشن چہرہ نظر آتا ھے' پھر وہ اونچا ھوتا ھے اور اسکي ھلکي ھلکي شعاعیں بلند مناروں اور بالاخانوں کي چھتوں پر پڑنے لگتي ھیں - نیچے کي زمینیں اس سے محروم رھتي ھیں - پھر اسکي شعاعیں زیادہ بلند اور تیز ھونے لگتي ھیں' اور وہ وقت آجاتا ھے جب زمین کا تمام بالا و پست حصہ روشني کو دیکھہ لیتا ھے - یہ چاشت کا وقت ھوتا ھے - اسکے بعد آخري مرتبۂ

اسي ایک واقعه سے اندازه کرلینا چاهیے که ان مفسرین متاخرین کي روایات مندرجه تفسیر کا کیا حال هے ؟

انکے علاوه عامۂ مفسرین کے آور بهي مختلف اقوال هیں مگر یه مسئله فن حدیث کي معلومات سے تعلق رکهتا هے اور اس بارے میں مفسرین محض کے اقوال قابل اعتنا نهیں -

(تطبیق روایـات)

اب هم کو کوشش کرني چاهیے که ان تمام روایات پر نظر ڈالیں اور کسي تشفي بخش حقیقت تـک پهنچ سکیں -

سب سے پهلا سوال یه سامنے آتا هے که قرآن حکیم کے آغاز وحي و تنزیل کے متعلق اسقدر مختلف اقوال و روایات کیوں هیں ؟ اور کیا اس سے یه نتیجه نهیں نکلتا که تاریخ تنزیل قرآن کي ابتدا متحقق و واضح نهیں هے ؟

لیکن همارے نزدیک ایسا اعتراض کرنا محض تقصیر نظر و عدم ذوق فن کا نتیجه هوگا - بظاهر اگرچه ان روایات میں اختلاف نظر آتا هے مگر فی الحقیقت کوئي اختلاف نهیں هے - سب ایک هي حقیقت کو واضح کر رهي هیں اور ان چاروں قولوں میں سے کوئي قول بهي ایسا نهیں جو اصلاً غلط هو- متاخرین کي ایک عام غلطي یه هے که وہ تطبیق و تحقیق روایات مختلفه کي کوشش بهت کم کرتے هیں' اور اگر ایک ادنیٰ سا اختلاف بهي دو بیانوں میں نظر آجاتا هے تو فوراً کهه اٹهتے هیں که یه دو مختلف مذاهب و اقوال هیں - علی الخصوص فن حدیث میں تو اس طرح کا تساهل عموماً کیا گیا هے اور تمام علوم سے زیادہ خطرناک هے-

(حقیقت انبعاث وحي)

سب سے پهلے یه سمجهه لینا چاهیے که اس مسئله کے سمجهنے میں عموماً ایک بنیادي غلطي هوجاتي هے اور جب تک وہ غلطي صاف نهوجاے حقیقت واضح نهیں هوسکتي - ایک چیز هے قرآن حکیم کي پهلي سورۃ جو صاحب قرآن پر نازل هوئي ' اور ایک چیز هے سب سے پهلي وحي جس سے سلسلۂ تنزیل وحي شـروع هوا - یه دو مختلف چیزیں هیں ' لیکن بهت سے لوگ اسمیں فرق نهیں کرتے اور اسلیے جب کبهي ان دونوں مختلف حالتوں کے متعلق مختلف بیان نظر آتے هیں' تو اس دهوکے میں پڑجاتے هیں که ایک هي حقیقت کے متعلق دو مختلف بیانات هیں !

(حقیقت انبعاث)

شاید اس حالت کا ایک خفیف سا تصور هم کو یوں حاصل هو سکے که هم دنیا کے انقلابات مادیه پر نظر ڈالیں - هم دیکھتے هیں که ابتدا میں ایک مواد بتدریج طیار هوتا اور پکتا هے ' پھر جب اسکي طیاري مکمل هو چکتي هے تو اسپر ایک سخت هیجاني اور التهابي حالت طاري هوتي هے - یعنی اسکے اندر ایک شدید بھڑک اور بیقراري پیدا هو جاتي هے اور چاهتی هے که تمام حائل پردوں کو چاک چاک کردے اور اُبھر کر پھٹ اُٹھے - اِسي التهاب کا نتیجه انفجار هوتا هے - یعنے بالاخر ماده بھٹ اٹھتا هے اور اپنے دور نمو ر ظهور کو ختم کر دیتا هے -

اِسي سے عالم روحانیات و قدسیات کے واردات کیلیے ایک ناقص مثال کا کام لو - مرتبۂ نبوت کے ظهور کا وقت بھي جب بالکل قریب آ جاتا هے تو قوۃ الاهیۂ نبویه کي تکمیل اُبھرنے اور ظاهر هو جانے کیلیے کھولنے اور جوش مارنے لگتي هے ' اور اِسي کا نتیجه هے که اس مرتبه میں پہنچکر انبیاء کرام علیهم السلام پر ایک سخت التهابي اراده طاري هو جاتا هے ' اور ایک غیر نفساني اضطراب اور ایک پاک و منزہ بیقراري سے انکي روح مقدس معمور هو جاتي هے - اگر مرتبۂ نبوت ایک بیج هے ' تو یه وہ وقت هوتا هے جب اسکي قوۃ نشو و نما کا بلوغ کامل زمین کو شق کرکے اُبھر آنے کیلیے بیقرار هو جاتا هے - اگر وہ ایک قوت هے تو یه وہ وقت هوتا هے جب مخفي طاقت بالکل کامل و مستعد هو کر اس فوارہ کی طرح جسکا بالائي منفذ نه کھولا گیا هو' پھٹ اٹھنے اور نکل آنے کیلیے کھولنے اور اُبلنے لگتي هے - اگر وہ افق حقیقت و الاهیت کا ایک طلوع نورانیۃ هے تو یه وہ وقت هوتا هے جب شب انتظار ختم هوچکي هوتي هے ' اور جس جمال صبح کیلیے رات بیقرارانه و والهانه دوڑتی آئي تھي ' اسکو بالکل قریب پاکر سورج کیلیے اضطراب کرتي اور اسکے چهرۂ درخشاں کیلیے تڑپتي اور بیقرار هو جاتي هے !

پس اسوقت حضرات انبیاء کرام پر ایک بیخودانه اضطراب و التهاب عشق کي سي حالت طاري هوجاتي هے - وہ ایک غیر معلوم حقیقت کیلیے بیقرار' ایک غیر متعین معشوق کي جستجو میں سرگرداں ' اور ایک غیر مفهم انکشاف و انبعاث کي فکر میں ڈوب جاتے هیں - اُنکي روحانیۃ نبوت اسوقت بیقرار هو هو کے اور تڑپ تڑپ کے کسي غیر متعین حقیقت کو ڈھونڈھنے اور پکارنے لگتي هے' اور اُنکا اضطراب یکسر ایک صداے جستجو

کمال نصف النہار کا وقت ہے - اس وقت سورج کا قہر حرارت اور اعلان تجلي آخري درجہ تک پہنچ جاتا ہے - تکمیل حرارت کے لحاظ سے اسکي گرمي زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچ جاتي ہے ' اسکي چمک کا کوئي آنکھہ حریفانہ مقابلہ نہیں کر سکتي - اور تکمیل نورانیت و تجلي کے لحاظ سے اس وقت یہ حال ہوتا ہے کہ ایک طرف غار اور تہہ خانے تک دن کے وجود کي شہادت دینے لگتے ہیں ' دوسري طرف نہایت کم بصارت والي بیمار اور دھندلي آنکھیں بھي روشني کو پالیتي ہیں اور ٹھوکر سے بچ جاتي ہیں - البتہ اندھا ہر حال میں نہیں دیکھے گا - اسکے لیے نصف شب کي تاریکي ' صبح کي سفیدي ' چاشت کي نورانیت ' اور نصف النہار کی تجلي ' سب یکسان ہیں :

سواء علیہم ائنذرتہم أم لم تنذرہم لا یؤمنون - ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاوہ - (۲ : ۶)

پس پہلے رات ہوتي ہے اور صبح کا انتظار - پھر انفلاق صبح ہوتا ہے یعني سیاھی پھٹتي ہے اور سفیدي اسکے اندر سے پھوٹ کر نمایاں ہونے لگتي ہے - پھر ظہور فجر ہے ' یعنے صبح آگئي اور سورج کا جمال پنہاں بے نقاب ہونے لگا - پھر مرتبۂ ضحی ہے ' یعنے سورج اچھي طرح نمایاں ہوگیا اور دھوپ پھیلنے لگی - اسکے بعد دن ہے جبکہ سورج کی تجلي کمال مرتبۂ ظہور و سلطان تک پہنچ جاتی ہے -

اسي طرح ظہور افتاب نبوۃ و احاطۂ و سلطان دین الہي کیلیے بھي بالترتیب چار منزلیں ہوتی ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کو پیش آتي ہیں ' اور جنکي طرف سورۂ والشمس ' و الضحی ' اور سورۂ فجر وغیرہ میں اشارہ کیا گیا ہے ' اور جسکي حقیقت حضرۃ عائشہ رضي اللہ عنہا کي روایت میں " فکان لا یري رویا الا جاءت مثل فلق الصبح " سے بالکل واضح ہو جاتي ہے -

پس پہلے انتظار کی رات ہے جسکے گھنٹے یکے بعد دیگرے گذرتے جاتے ہیں تاکہ جلد سے جلد صبح کو پالیں - یہ وہ زمانہ ہے جو انبعاث وحي یعنے وحي الہی کے آنے سے پہلے کا زمانہ ہوتا ہے ' اور ایسي حالت ہوتی ہے جسکو بیج کے اندر ھی اندر نشو و نما پانے سے بھی تشبیہ دي جا سکتی ہے - اسکے بعد مرتبہ انفلاق صبح کا ہے جبکہ انتظار کی رات ختم ہوجاتی ہے مگر طلوع آفتاب کے آنے میں ابھی کچھہ دیر باقي ہوتي ہے - یہ وقت عجیب و غریب قسم کا ہوتا ہے جسکے سمجھنے کیلئے ہمکو صرف تصور صحیح و بالغ سے کام لینا چاہیے - ہم لفظوں میں اسکے لیے کچھہ نہیں پاسکتے -

کھڑے ہوے تھے - پھر یہي وہ اضطراب ظہور اور التہاب نمود نبوت تھا جو ظہور وحي سے پہلے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کي حیاۃ مقدسہ میں نظر آتا ھے ' اور جس نے تمام علائق دنیاوي سے یکسر کنارہ کشي کراکے آپکو غار حراء کے ایک ایسے گوشہ میں معتکف کرادیا تھا جہاں دنیا اور دنیا والوں کي صدائیں نہیں پہنچ سکتي تھیں - وہ پاک گھبراھٹ اور وہ منزہ بیقراري جو آپکي روح مقدس پر طاري ھوتي تھي ' جو رک رک کر ابھرتي اور ٹھہر ٹھہر کے بڑھتي تھی ' اور جو اس حد تک پہنچ گئي تھي کہ کبھي تو " قد خشیت علی " سے اسکي تعبیر کي گئي ھے اور کبھي " یتردي من رؤس شواھق الجبال " (۱) سے ' سو یہ تمام واردات اسي مقام کي ترجماني کرتے

---

(۱) حضرۃ عائشہ کي مشہور حدیث آغاز وحي کي طرف اشارہ ھے جسکو امام بخاري نے کتاب التعبیر میں اور دیگر ائمۂ حدیث نے بھي بکثرت روایت کیا ھے -

حضرۃ عائشہ رضي اللہ عنہا فرماتي ھیں کہ ابتداء وحي کے زمانے میں جو مختلف حالات و واردات آپ پر طاري ھوے ھیں ' منجملہ انکے ایک حالت یہ تھي کہ جب وحي الہي شروع ھوکر کچھہ عرصہ کیلیے رک گئي تو آپ کا حزن و اضطراب حد درجہ تک پہنچ گیا ' اور کئي بار ایسا ھوا کہ شدت اضطراب میں آپنے چاھا کہ پہاڑ سے اپنے کو گرادیں -

جو لوگ مقام نبوت کے ان واردات و حالات کي حقیقت پر نظر نہیں رکھتے جنکي تشریح ھم کر چکے ھیں ' وہ احادیث صحیحہ میں اس قسم کے بیانات کو دیکھکر گھبرا جاتے ھیں ' اور کہتے ھیں کہ ایک نبي کي شان سے اسقدر کمزوري کا ظہور بعید ھے اور اسلیے بہتر ھے کہ آغاز وحي کي روایتوں کو موقوف قرار دیکر انکي تضعیف کردي جاے :

قصہ کوتہ شد و گرنہ درد سر بسیار بود !

لیکن حقیقت یہ ھے کہ یہ کمزوري نہیں ھے بلکہ قوۃ عظیمۂ نبویہ کے ایسے شواھد بینہ اور آثار صادقہ ھیں جنسے عقل صحیح بصیرۃ و برھان پاتي ھے ' اور جنکے اندر نظر حق و صادق کیلیے نشانیوں اور صداقتوں کي بڑي ھي ناقابل انکار روشني ھے - یہ کوئي جسماني کمزوري اور نفساني اضطراب نہیں ھے جو ایک نبي کي شان سے بعید ھو - بہ روح کا وہ مقدس اور ملکوتي اضطراب ھے جو اگر نہو تو ایک نبي کیلیے نبي ھونے کیلیے کوئي

اور دعوۃ سوال ہوتا ہے کہ اے وہ کہ آنے والا، نکلنے والا، اور طلوع ہوجانے والا ہے! تو کہاں ہے، اور کیوں اپنے چہرے پر سے نقاب نہیں اُلٹ دیتا، اور کیوں اپنے جمال درخشاں سے ظلمتوں اور اندھیاریوں کو دور نہیں کردیتا؟

جب کچھہ دنوں تک جسکو حکمۃ الہي نے قرار دیدیا ہے، یہ مضطربانہ حالت طاري ہوچکتي ہے، تو پھر پردوں کے ہٹنے، تاریکیوں کے یکسر شق ہوجانے، بدلیوں کے یکقلم چھٹ جانے، اور آثار صبح کے نہیں، بلکہ خود وجود صبح کے طلوع ہوجانے کا اچانک وقت آجاتا ہے، اور اسکے ظہور کیلیے یہ اضطرابي اور التہابي حالت بالکل اس طرح محرک و داعي ہوجاتي ہے جسطرح ایک عاشق کي انتہائي بیقراریاں معشوق کے بیتابانہ نکل آنے کیلیے، یا کسي مستعد مواد کا شدت التہاب اسکے انفجار و انشقاق کیلیے، یا موسم کي سخت گرمي اور امس آسمان پر بدلیوں کے چھاجانے اور باران رحمت کے اُبل پڑنے کیلیے!!

سو اُس وقت ایسا ہوتا ہے کہ اضطراب و التہاب حد درجہ تک پہنچ جاتا ہے، اور اسلیے وحي الہي بھي اپنے پہلي نمود میں تسکین و تسلي کي صدا بنکر چمکتي ہے، اور سب سے پہلے اس غیر متعین عشق و طلب کو ایک متعین یقین و معرفۃ کے مرتبہ میں لاتي ہے اور عشق کو معشوق، طلب کو مطلوب، اور پکار کو جواب ملجاتا ہے - پھر فعل و انفعال، جذب و انجذاب، اثر و تاثر، دونوں باہم جڑجاتے اور ملجاتے ہیں، اور صبح کي سفیدي بڑھتے بڑھتے مرتبۂ "ضحیٰ" تک اور پھر "و النہار اذا تجلیٰ" تک پہنچ جاتي ہے!

دوسرے لفظوں میں افتتاح وحي کا یہ پہلا مرتبہ ہوتا ہے جو اسلیے ہوتا ہے تاکہ دروازہ کے کھلنے کا اعلان کرے اور شخص اعظم رسالت کو آیندہ آنے والے کاموں کیلیے تعلیم دیکر طیار کردے - اگر وجود نبوت کا رشتہ انسانوں سے ایک معلم وجود کا ہے تو یہ گویا وحي کا وہ اولین ظہور ہوتا ہے جو انسانوں کي تعلیم کیلیے ابھی معلم کو نہیں بھیجنا چاہتا بلکہ خود معلم پر سرچشمۂ علم کو کھولتا ہے -

سو یہي وہ مرتبۂ ظہور کے قرب کي بیچیني اور بیقراري تھي جس نے حضرۃ موسی علیہ السلام کو وادي سینا کے کوہ و بیابان میں ایک پاک اور ملکوتي سرگرداني بخشي تھي، اور وہ ایک غیر متعین مطلوب کے عشق میں بغیر اسکے کہ جہت اور راہ کو مقرر کریں والہانہ و بتیابانہ نکل

[illegible] جاتا ہے - حضرۃ موسیٰ علیہ السلام پر یہ عالم طاری [illegible] وادي ایمن کے بقعۂ مبارکہ میں ایک روشني کي چمک [illegible] سے پکار اُٹھي کہ اے موسیٰ ! تم جس حقیقت غیر متعینہ کے [illegible] وہ بھي تمہیں ڈھونڈہ رہي ہے ' اور وقت آ گیا ہے کہ وحي الہي [illegible] کرلے :

[illegible] یا موسیٰ !	پس جب موسیٰ قریب آے تو انھوں نے
اني [illegible] عليك	نداء رباني سني : " اے [illegible]
انك [illegible]	[illegible] تمہارا پروردگار [illegible]
وانا اخت[illegible]	[illegible] - تم اس وقت وادي مقدس طوی میں
[illegible]وحیٰ - اني انا الله	[illegible] تمہیں معلوم ہو کہ میں نے تم کو
لا اله الا انا فاعبدني	اپني [illegible]ت کي تبلیغ و دعوۃ کیلیے
واقم الصلوۃ لذکري	منتخب کرلیا ہے' پس جو کچھہ تم پر وحي کیا
ان الساعة اٰتية اكاد اخفيها	جاتا ہے اسکو سنو اور اسکي طرف متوجہ
لتجزیٰ كل نفس بما تسعیٰ	ہو جاو - میں ہي خداے واحد ذوالجلال
(۲۰ : ۱۷)	ہوں ' میرے سوا اور کوئي نہیں ' میري

ہي بندگي کرو اور میرے ہي ذکر کیلیے نماز کو قائم کرو - بلاشبہ فیصلہ کرنے والا دن آنے والا ہے - ہم اُس گھڑي کو پوشیدہ رکھنے والے ہیں تاکہ ہر انسان اپنے اُن اعمال کا نتیجہ پالے جنکے لیے وہ کوشش کرتا ہے -

پس یہ اولین نداء حق جو حضرۃ موسیٰ (علي نبینا و علیہ السلام) نے سني ' وحي الہی کا سب سے پہلا انکشاف تھا ' اور جو صرف اسلیے تھا تاکہ بند دروازہ کھل جاے ' اور شخص نبوت اپنے سامنے اپنے قرار دادہ اور طے شدہ کاموں کو پالے - یہ معلم حق کیلیے تعلیم کا اولین افتتاح تھا -

ٹھیک ٹھیک اسي اولین صداے حق کے مقابلے میں وہ واردۂ نبوت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حراء کي گوشہ نشیني کے ایام مبارکہ میں طاري ہوا - جس طرح وہاں تکمیل وقت نے ایک اضطراب و التہاب [illegible]ني حضرۃ موسیٰ پر طاري کردیا تھا ' اسي طرح یہاں بھي وقت ظہور کے قرب نے ایک مقدس و پاک بیقراري شخص اقدس و اعظم نبوت پر طاري کردي ' اور دیکھو کہ ابادي کا قیام ترک کرکے اور دنیوي علائق سے کنارہ کش [illegible] پہاڑ کے غار کو انھوں نے اپني روحانیت کا مسکن بنا یا - جس

ہوکر ایک

هیں - اور پھر یہي وہ واردۂ مقدسۂ نبوت ہے' جسکي طرف "ووجدک ضالاً فھدی" میں اشارہ کیا گیا ہے' اور اسي کا نتیجہ ہے جس سے کبھي "دثروني دثروني" کي صدا اٹھي ہے' اور کبھي "زملوني زملوني" کي!

اب اصل مقصود کي طرف توجہ کرو - یہ اضطراب اپنے اندر ایک نہایت قوي و طاقتور داعیۂ وحي رکھتا ہے اور اسلیے جب طلب کي بیقراري حد درجہ تک پہنچ جاتي ہے تو مطلوب کا چہرہ بھي تسکین و تسلي کیلیے

دلیل باقي نہیں رہتي - گو یہ حقیقت زیادہ تفصیل کي محتاج ہے' لیکن امید ہے کہ جو تشریح بطور اشارہ کے کردي گئي ہے وہ فہم مقصود کیلیے کافي ہوگي - پھر یہ بھي واضح رہے کہ بخاري کي یہ روایت اس درجہ مرتبۂ شہرت و قبول تک پہنچ چکي ہے اور اسقدر کثرت سے یکے بعد دیگرے تمام طبقات امۃ نے اسکي تصدیق و توثیق کي ہے کہ امام بخاري کے وجود سے انکار کرنا آسان ہے' مگر اس روایت سے انکار کرنا ممکن نہیں - رہا اس روایت کا موقوف ہونا تو اسے بھي ہم تسلیم نہیں کرتے معناً اسمیں رفع موجود ہے' اور حضرۃ عائشہ کے ذاتي اجتہاد کے اندراج کي کوئي علامت نہیں - اگر حضرۃ عائشہ باوجود اس قرب و اتصال کے جو آپکو حاصل تھا' آغاز وحي جیسے اہم واقعہ کو محفوظ نہیں رکھہ سکتیں تو پھر فن شہادت کا دنیا میں خاتمہ ہو چکا - لطف یہ ہے کہ یہ شبہ نیا نہیں ہے بلکہ پہلے بھي ہو چکا ہے' اور انسان کے اکثر شبہات و ظنون نئے نہیں ہوتے - حافظ ابن حجر عسقلاني نے اسي روایت کي شرح میں محدث اسماعیلي کا ایک قول نقل کیا ہے - وہ لکھتے ہیں کہ محدثین پر بعض طعن کرنے والے اعتراض کرتے ہیں کہ "کیف یجوز لنبي ان یرتاب في نبوتہ حتی یرجع الی ورقہ ..... وحتی یوفي بذروۃ جبل لیلقی منہا نفسہ - الخ (فتح ۱۲۰ : ۳۱۷) پھر محدث موصوف نے اسکا جواب دیا ہے' مگر اسمیں شک نہیں کہ انکا جواب تشفي بخش نہیں - حقیقت وہي ہے جو ہم لکھہ چکے ہیں - یہ اضطراب ظہور' و اِستعجال نمود' و التہاب و انفجار قوۃ نبویہ' و شدت عشق و شغف حصول وحي و مخاطبۃ الہي ہے' اور اسکے سوا اور کچھہ نہیں - ان واردات مقدسہ سے مقام نبوت اور شخص اقدس نبوت کي کمال تصدیق ہوتي ہے - حاشا کہ جسماني و نفساني کمزوري کا نتیجہ ہو یا محض بشري ضعف طبع کا جیسا کہ شارحین بخاري اور قسطلاني وغیرہ نے لکھا ہے -

[illegible] یہ امر بھي واضح ھوگیا ھوگا کہ ایک چیز ھے وحي و مخاطبۃ [illegible] ھونا' اور ایک چیز ھے احکام و اوامر و بصائر الاھیہ کي تنزیل [illegible] کو ملا نہیں دینا چاھیے -

[illegible] ارلیت نزول قرآن کي طرف متوجہ ھوتے ھیں - تمام روایات و دلائل پر غور کرنے سے معلوم ھوتا ھے کہ سب سے پہلے وحي و مخاطبۃ الہي کا جو افتتاح ھوا' وہ حکم "اقرأ" سے ھوا' یعنے حکم ھوا کہ وحي الہي کا پڑھنا شروع [illegible] جب آپ ایسا کرچکے تو حکم تبلیغ ھوا : قم فانذر - اُٹھو [illegible] الہي [illegible] پس آپ اُٹھے' جب اُٹھے [illegible] جو قرآن اور "الکتاب [illegible] اُتاري گئي" جو [illegible] قرآن و وحي الہي کا خلاصہ اور دین الہي کي حقیقت [illegible] اور صلوٰۃ الہي کي اصل و اساس تھي' اور جسکے بغیر دعوۃ اسلام اور تعلیم امۃ مسلمہ ھو ھي نہیں سکتي تھي' وہ سورۂ فاتحہ ھے - یعني پہلي سورۃ جس سے تنزیل و تعلیم بھي شروع ھوئي اور ترتیب الکتاب بھي -

اس سلسلے میں "اقرأ باسم ربک الخلق" بمنزلہ اُس اولین صدا کے ھے جو وادي ایمن میں "انا اخترتک فاستمع ما یوحیٰ" کے لفظوں میں سنائي دي تھي' اور یا ایھا المدثر! قم فانذر بالکل ویسا ھي حکم ھے' جیسا کہ حضرۃ موسیٰ کو ھوا تھا :

اذھب الي فرعون — فرعون کي طرف دعوت حق لیکر جاؤ اس نے
انہ طغي - — بڑي ھي سرکشي کي ھے -

حضرت موسیٰ کي دعوۃ بنو اسرائیل کي نجات اور مقابلۂ فرعون کیلیے مخصوص تھي' اسلیے حکم انذار میں فرعون کا خاص طور پر ذکر کیا گیا' لیکن داعي اسلام کي دعوۃ تمام کرۂ ارضي اور نوع انساني کي نجات اور تمام فراعنۂ و نمارودۂ عالم کے مقابلہ کیلیے تھي' اسلیے حکم انذار میں کسي خاص قوم اور شخص کا نام نہیں لیا گیا' بلکہ عام طور پر علی الاطلاق فرمایا : "قم! فانذر" اٹھو اور ڈراؤ!

یہ امر کہ نزول "اقراء" محض افتتاح وحي ھے نہ کہ نزول سورۃ' متعدد وجوہ سے بالکل واضح ھے - سب سے پہلے اسپر غور کرو کہ حضرۃ عائشہ کي روایت مندرجۂ بخاري میں ھے کہ حضرۃ جبریل نے اپنے ظہور میں تین بار صرف "اقرأ" کہا' اور آخري بار "ما لم یعلم"

[illegible]ح وهاں داعیۂ نبوت کا اضطراب بالاخر ظہور سلسلۂ وحي کیلیے [illegible] هوا ' اسي طرح یہاں بھي عشق ظہور کي بھڑک [illegible] ملکوتي شورش انبعاث وحي کي بارش کیلیے طلب [illegible] پھر جس طرح وهاں روشنیوں کے اندر سے ندا اٹھي تھي ' اسي [illegible] بھي ناموس اکبر نے ظاهر هوکر سلسلۂ وحي کے اولین مرتبۂ تعلیم کو شروع [illegible] - وهاں صرف آواز تھي اور صرف چنگاریوں کي نمود ' کیونکه مرتبۂ موسوي اتنے هي [illegible] تھا - پر یہاں نداء محض اور نمود نور کي جگه [illegible] اتنے [illegible] کیونکه مرتبۂ محمدي کا مقام [illegible] قیل :

موسي ز هوش رفت به [illegible]

تو عیـــن ذات مي [illegible] در تبسمي !

علمۂ شدید القوي ' ذو مرة فاستـــوی ' وهو بالافق الاعلی ' ثم دنی فتدلی ' فکان قاب قوسین او ادنی (۵۳ : ۴)

سو جسطرح وهاں اولین مخاطبۂ وحي یوں هوا تھا که " انا اخترتك فاستمع ما یوحی " میں نے تجھے دعوۃ حق اور تبلیغ حکم الہي کیلیے اختیار کرلیا هے ' تو میرے پیغاموں اور حکموں کو سن تا دنیا والوں کو پہنچا سکے - اسي طرح یہاں اولین مخاطبه یوں هوا که ملاء اعلی کا ناموس اکبر ظاهر هوا اور اس نے کہا " اقرأ " پڑھه اور پڑھنا اور بیان کرنا شروع کر ! پھر اسکے بعد مرتبه حکم انذار آیا تو ندا اٹھي : " قـم فانـذر ! " تو چادر اوڑھکر لیٹا هوا هے حالانکه تمام عالم انسانیه تیرے جمال و دید کیلیے بیتاب هے - اٹھه ' که انتظار کا وقت ختم هوگیا ' اور ذرا که ڈرانے کا وقت آگیا ! !

(انبعاث وحي و تنزیل سور)

اس تمہیدي بیان سے تم پر واضح هوگیا هوگا که جب کبھي انبیاء کرام علیهم السلام پر تنزیل وحي کا سلسله شـروع هوتا هے تو ابتدا میں سلسلۂ وحي کے کھلنے اور مخاطبۂ الہي کے شـروع هونے کي اولین منزل نمودار هوتي هے ' اور یه گویا خود وجود نبوت کي تعلیم کا پہلا مرتبه هوتا هے - اسکے بعد جب پردے اٹھه جاتے هیں اور شخص نبوت کا ربط و علاقه عالم وحي سے قائم هوجاتا هے ' تو سلسله آگے بڑھتا هے اور حکم انداز و تعلیم قوم و امۃ پہنچتا هے - اسکے بعد پھر جب تک الله کي حکمۃ چاهتی هے ' اس سلسلے کو جاري رکھتي هے -

[illegible] ظاہر ہے کہ ان آیتوں میں بھی صرف حکم انذار و تبلیغ ہے جو [illegible] قیام رابطۂ و علاقۂ مبدء تنزیل کے بعد دوسری منزل تھی - [illegible] تعلیمی حصہ میں سے یہ کوئی چیز نہیں ہے' اور یہ احکام خو[illegible] ہیں کہ ابھی کام شروع نہیں کیا گیا ہے' کام کرنے والے کو مستغنی [illegible] رہا ہے -

چنانچہ قدماء میں سے بھی بعض ارباب نظر نے اس حقیقت کو واضح کیا [illegible] حضرۃ جابر کی روایت اور حضرۃ عائشہ کی روایت [illegible] دیتے ہ[illegible] لکھتے ہیں :

وعبر بعضهم عن هذا [illegible] اور بعض نے [illegible] تطبیق کی ہے کہ ما نزل للنبوة اقرأ' و اول ما نزل للرسالة يا ايها المدثر (اتقان : ۵۴)

[illegible] سے پہلی چیز جو نبوۃ کیلیے اتری "اقرأ" ہے' اور سب سے پہلی چیز جو رسالۃ کیلیے نازل ہوئی وہ " یا ایها المدثر" ہے -

اور اس سے بھی زیادہ روشن رائے وہ ہے جو بعض محققین و ارباب نظر کی نسبت سے ابو امامہ بن النقاش نے نقل کی ہے' اور مواہب لدنیہ میں قسطلانی نے بھی اس سے استدلال کیا ہے - حیث قال :

كان في نزول " اقرأ " نبوته	اقرأ کے نزول میں مقام نبوت کا حصول تھا
وفي نزول " مدثر " ارساله	اور مدثر کے نزول میں رسالۃ کا - یعنی
بالنذارة و البشارة و هذا قطعا	ڈرانے اور بشارت دینے کا - اس کے
متاخر عن الاول لانه لما كانت	نزول کو اقرأ کے بعد ہی ہونا تھا - کیونکہ
سورة " اقرا " متضمنة لذكر	سورہ اقرأ میں خلقت انسانی کے اُن
اطوار الادمي من الخلق	مختلف دوروں کا ذکر کیا گیا ہے جنکا
والتعليم والافهام ناسب ان تكون	تعلق خلق ' تعلیم و رشد ' اور ارتقاء فہم
اول سورة انزلت و هذا هو	و ادراک سے ہے - پس ضرور تھا کہ وہی
الترتيب الطبيعي و هو ان يذكر	آیتیں پہلے نازل ہوتیں اور سلسلۂ علم و تعلم
سبحانه ما اسداه الى نبيه من	کو انکی تنزیل سے شروع کیا جاتا - یہ
العلم و الفهم و الحكمة والنبوة	ایک ترتیب طبیعی سلسلۂ وحی
..... ثم يامر بان يقوم فينذر	کی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی اس علم

اهذا بقوله أوّل / سب

" تمام محققین کا اسپر اتفاق ہے کہ یہاں " ثیابک " سے مقصود کپڑا نہیں [illegible] قلب ہے "

تک یعني ابتدا کي چار آیتوں تک پڑھایا - اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ پوري سورۃ کا نزول نہ تھا' بلکہ صرف ابتدائي ٹکڑہ کا - [illegible] چاہیے کہ ابتدا کي ان چار آیتوں کا مطلب کیا ہے؟

اقرأ باسم ربك الذي خلق ' خلق الانسان من علق [illegible] ربك الاکرم الذي علم بالقلم' علم الانسان مالم یعلم -

ان آیتوں میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر [illegible] دیا گیا ہے' اور اللہ تعالی نے اُس فضل [illegible] ت و تعلیم کي [illegible] ئي ہے جو ایک امي [illegible] ت کي تعلیم کا کام لے سکتي ہے' نیز علم و [illegible] ہے - پس یہ آیتیں اگرچہ آگے چلکر ایک سورۃ [illegible] قرار پائیں' لیکن معناً محض وحي الہي کا افتتاح تھا' اور اسمیں وحي کے پڑھنے ' باب علم و تعلم کے کھلنے' اور مستعد کار ہو جانے کا حکم دیا گیا تھا -

کی طرف ترجمہ [illegible]

یہ پہلي منزل تھي جو آپکو پیش آئي - جب آپ پڑھچکے اور علاقۂ و ربط وحي قائم ہوگیا' تو مرتبۂ تبلیغ و رسالت کا ظہور ہوا ' اور دوسرا حکم آیا کہ اب کام شروع کردو - یعني " قم فانذر " یہ بھي کسي سورۃ کا نازل ہونا نہیں تھا' بلکہ صرف افتتاح وحي کے بعد کام کے شروع کردینے کا حکم - چنانچہ اسي روایت حضرۃ جابر بن عبد اللہ میں جسکے آخري ٹکڑے کو امام بخاري نے بھي " کیف کان بدء الوحي " میں لیا ہے' یہ تصریح موجود ہے :

فقلت زملوني زملوني فانزل اللہ " یا ایھا المدثر " الی قولہ " فاھجر " -	پس میں نے خدیجہ سے کہا : مجھے کپڑے میں لپیٹ دو' مجھے لپیٹ دو - اسپر اللہ نے نازل کیا " یا ایھا المدثر " " فاھجر " تک -

یعنی آغاز سورۂ مدثر میں سے صرف اسقدر نازل کیا کہ :

یا ایھا المدثر' قم فانذر' و ربک فکبر' و ثیابک فطھر' والرجز فاھجر!	اے کپڑہ اوڑھکر پڑ جانے والے ! اُٹھ' اور لوگوں کو عذاب الہي سے ڈرا' اپنے پروردگار کي کبریائي کا اعلان کر' اپني روح [illegible] پاک و منزہ کر (۱) اور بد اعمال قوم کي گندگیوں سے الگ ہوجا !

(۱) ہم نے " و ثیابک فطھر " کا ترجمہ " اور اپني روح کو پاکي بخش اور منزہ رکھہ " کیا ہے - علامۂ ابن قیم اغاثۃ اللھفان میں لکھتے ہیں : [illegible]

(۲) دوسري روايات سورہ مدثر کے متعلق هيں - بعض متاخرين [illegible] ایک دوسرا مذهب قرار دیا هے - لیکن فی الحقیقت ان میں اور [illegible] روایت میں کوئی اختلاف نہیں - عبد الرحمن بن سلمه [illegible] نے پوچھا هے کہ سب سے پہلے کونسي چیز اتري ؟ انہوں نے جواب دیا [illegible] مدثر' لیکن سائل سن چکا تھا کہ پہلا خطاب " اقرأ " هے' اسلیے اس نے پھر پوچھا کہ " اقرأ " یا " مدثر " ؟ حضرۃ جابر نے کہا کہ میں وهي کہتا هوں جو آنحضرت سے میں نے سنا - پھر آنحضرت کا [illegible] کیا هے کہ میں [illegible] حضرۃ جبریل کو فضا میں دیکھا [illegible] خدیجہ سے کہا کہ [illegible] - اسپر یہ آیت اتري [illegible] المدثر " - یہ بھي بالکل صحیح هے' لیکن اسمیں صرف ابتدا کا اتنا حصہ رهگیا هے کہ حضرۃ جبریل کے اولین مشاهدہ میں " اقرأ " کا حکم هوا اور اسکے بعد دوسرے مشاهدہ کے بعد " یا ایها المدثر " اتري - چنانچہ اسي روایت میں انحضرت فرماتے هیں کہ جب میں نے اوپر نگاہ اوٹھائي تو کیا دیکھتا هوں کہ " وهي موجود هے " یعني جبریل موجود هیں - وہ کا اشارہ واضح کرتا هے کہ یہ مشاهدہ پہلا نہیں هے - اگر پہلا هوتا تو اشارہ سے کام نہ لیتے -

اصل یہ هے کہ سلسلۂ واقعات کو سامنے رکھنے کے بعد یہ دونوں روایتیں جمع هوجاتي هیں - سب سے پہلے جب فرشتۂ الهي کا ظہور هوا تو اُس نے کہا " اقرأ " اسکے بعد بھي آپنے غار حرا کا اعتکاف برابر جاري رکھا - کچھہ عرصہ کے بعد پھر آپنے دیکھا کہ وهي ملک فضاء میں موجود هے - یہ دیکھکر آپ پر اضطراب طاري هوا اور آپنے کہا " دثروني " اسکے بعد " یا ایها المدثر " نازل هوئي -

هم نے جو روایت نقل کي هے وہ صحیح مسلم کے باب " بدء الوحي " میں هے' لیکن اسي روایت کو امام بخاري نے " کیف کان بدء الوحي " میں حضرۃ عائشہ کي روایت کے بعد درج کیا هے' اور اس تقدیم و تاخیر اندراج سے واضح کردیا هے کہ پہلا واقعہ اقرأ کا اور دوسرا مدثر کا هے - اسطرح تمام اختلاف دور هوگیا - امام بخاري کي یہي دقت نظر' حسن استنباط' قوۃ اخذ و استدلال' خوبي ترتیب و تقسیم' اور فضل مخصوص تبوبب و تراجم سے جو انکو تمام ائمۂ و مجتہدین فن میں ممتاز کرتا هے' اور جسقدر کاوش کرتے جائیے' اسکي خوبیاں کھلتي اور بڑھتي جاتي هیں -

رهي یہ بات کہ حضرت جابر نے یہ کیوں فرمایا کہ سب سے پہلے مدثر [illegible] ؟ تو شارحین صحیحین نے اسپر متعدد پہلوؤں سے نظر ڈالي هے اور

عبادة - (مواهب - ۱ : ۴۴) وحکمة اور نبوة کے مقامات کا ذکر کرے
جنکے لیے اس نے شخص نبوت کو چن لیا ھے ' اور پھر اسکے بعد اُس
اطلاع دے جسکے لیے یہ مراتب اسکو عطا کیے گئے ھیں -

یہ اقوال دیکھکر مجھے نہایت خوشي ھوئي - جن بزرگوں کے '
بعدً انکا یہی مقصود تھا کہ افتتاح وحي و تنزیل کے وقت دو
منازل پیش آتي ھیں - پہلا مرتبہ یہ ھوتا ھے کہ
جانب مخاطب کرے اور اس سے وحي قائم
تعبیر کیا - دوسري منزل رابطہ
قائم ھوگیا تو اب کام شروع کردیںے کا - یہ رسالت ھے -
یعنے احکام الٰہي کي تبلیغ اور انسانوں کو حکم خدا کو پہنچانا -

لیکن ابتک اصلی کام شروع نہیں ھوا ھے - اصلي کام کیا ھے ؟ انذار
اور بشارت - یعني اعمال بد کے نتائج سے ڈرانا اور اعمال صالحہ و قبول حق
کے نتائج حسنہ کي خبر دینا - نیز ایک امۃ صالحہ کو تعلیم و تزکیۂ نبوت سے
طیار کردینا اور انکو وحي الٰہي سے کتاب و حکمت کا بتدریج درس دینا -

جب وجود معلم خود تعلیم پا کر مستعد ھوگیا جیسا کہ "علم الانسان مالم یعلم"
کے علیم و حکیم نے اسکو پڑھادیا ' اور پھر جب اسکو حکم بھي ملگیا کہ اب تم
پڑھانے کیلیے طیار ھوگئے ھو' کام شروع کردو' یعني " قم فانذر " تو اس نے
ایک طرف انذار و بشارت کا کام شروع کیا ' اور دوسري طرف امۃ مسلمہ کو
پڑھانا اور تعلیم کتاب و حکمت سے طیار کرنا - سو جب ایسا ھوچکا تو سب سے
پہلا درس ' سب سے پہلا سبق ' سب سے پہلی تعلیم جو دي گئي ' وہ سورۂ
" فاتحہ " کا جامع و مانع درس تھا ' اور انھي سات آیتوں کي اولین تعلیم
تھي کہ فاتحیۃ اعمال و تعلیمات صرف انھي کیلیے ھے !

یہ وہ حقیقت ظہور و انبعاث وحي ھے جسکے معلوم کرنے کے بعد تمام
روایات جمع ھوجاتي ھیں اور کوئي اختلاف باقي نہیں رھتا :

(۱) امام بخاري کي روایت " کیف کان بدء الوحي ؟ " سب سے
زیادہ مستند و معتبر روایت ھے جو اس بارے میں ھم تک پہنچي ھے اور
تقریباً تمام ائمۂ فن نے اسکو قبول کیا ھے - یہ بالکل صحیح ھے' لیکن اسمیں
صرف بدء وحي یعنے انطلاق صبح وحي کي خبر دي گئي ھے - یہ مخاطبۂ
وحي کا آغاز ھے' اور جن جن صحابہؓ تابعین سے اولیت اقرأ منقول ھے'
سب نے افتتاح وحي ھي کي بنا پر اقرأ کو اولین چیز قرار دیا ھے -

حافظ سیوطي نے تطبیق کي پانچ صورتیں نقل کی هیں - حافظ ابن حجر لکھتے هیں که حضرت جابر کا مقصود اولیت سے یه تها که " اقرأ " کا نزول تو محض وحي کا افتتاح تها' کسي سبب کي بنا پر نازل نه [illegible] مدثر کے که یه آنحضرت کے اضطراب کي وجه سے نازل هوئي [illegible] سلسلے کي یه پهلي چیز هے - یه صورت تطبیق همارے بیان کیلیے [illegible] تائید هے کیونکه همارے نزدیک بهي " اقرأ " کا نزول محض افتتاح وحي [illegible] تعلیم معلم هے - تاهم بهترین جواب وهي هے جسکو حافظ سیوطي نے بهي [illegible] یعني آنحضرة صلی الله علیه وسلم کے آغاز وحي کے واقعات [illegible] هوے اُس تکرے کو بیان کیا جو افتتاح وحي کے بعد وحي کا دوسرا نزول هے - حضرة جابر نے خیال کیا که اِسي سے سلسله وحي شروع هوا هوگا - پس یه انکا اجتهاد هے نه که جزء روایت - اذلي روایت کو حضرة عائشه کي روایت سے موخر رکهکر هم صحیح ترتیب پیدا کر لیتے هیں - (اتقان : ۵۴)

(۳) اسکے بعد وہ روایتیں سامنے آتي هیں جن سے معلوم هوتا هے که بعض اجلهٔ تابعین مثلاً حسن اور عکرمه کا یه بیان تها که سب سے پهلے " بسم الله الرحمن الرحیم " اتري' تو یه بهي بالکل درست هے' اور ٹهیک ٹهیک اصل مقصود کي موید - سب سے پهلي سورة جو نازل هوئي اور سب سے پهلي تعلیم جو وحي الهي نے انسانوں کو دي ' وہ سورهٔ فاتحه هے' اور " بسم الله الرحمن الرحیم " سورهٔ فاتحه هي کي پهلي آیت هے - پس جن تابعین کا یه قول هے ' وہ در اصل یهي کهه رهے هیں که سب سے پهلے سورهٔ فاتحه اتري کیونکه اسکي اولین آیة بسم الله هے - اِسکو کوئي علحده مذهب قرار دینا کسي طرح صحیح نهیں -

(۴) اسکے بعد چوتها قول هے اور وہ یه هے که سب سے پهلے سورهٔ فاتحه نازل هوئي اور مندرجهٔ بالا تشریح کے بعد اس قول میں اور ابتدا کي تین روایتوں میں کوئي اختلاف باقي نهیں رهتا - بلا شبه یه حق هے' اور انکشاف وحي وحکم انذار و تعلیم کے بعد سب سے پهلي سورة جو نازل هوئي هے اور جسکے سوا کوئي سورة پهلي نهیں هوسکتي تهي ' وہ فاتحة الکتاب هي [illegible] - یهي مذهب حضرة علي علیه السلام کا بهي تها -

اس تمام بیان کے بعد تم پر واضح هوگیا هوگا که آغاز وحي و اول نزول کے متعلق تمام روایتوں میں اور حضرات صحابهٔ و تابعین رضوان الله علیهم